قریہ صغیرہ میں قیام جمعہ سے متعلق فقہاء احناف کا مسلک

مؤلف: حسن زیب بن ثابت خان
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
متخصص جامعہ اسلامیہ کلفٹن

فہرست

غرض مؤلف

گاؤں دیہات میں جمعے کی نماز کے مسئلے پر ایک فریق کی جانب سے علماء احناف پر افتراء پردازی کی جارہی تھی۔

اس رسالے میں قریۃ صغیرہ میں نماز جمعہ کے عدم وقوع اور جمعے کیلیے بڑی بستی یا شہر ہونے کی شرط کو مدلل و مفصل بیان کیا ہے تاکہ عام لوگوں کو اس مسئلے کا درست علم ہو اور کسی کے کہنے پر جمعے کو قائم کر کے ترک صلوۃ کے مرتکب ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

اس رسالے میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے جمعے کے مسئلے کو مکمل واضح بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ رب العزت اس رسالے کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خلق خدا کے لیے نافع و مفید ثابت فرمائے۔

آمین۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

قریہ صغیرہ یعنی چھوٹے گاؤں میں فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ جائز نہیں۔۔۔

اس رسالے میں مسئلہ ہذا پر دلائل اور اعتراضات کے مدلل جوابات ذکر کیے جارہے ہیں:

قرآن وحدیث کی روشنی میں قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز جائز نہیں:

اس بات پر سب سے پہلے قرآن مجید سے دلیل ذکر کریں گے پھر احادیث مبارکہ سے دلیل ذکر کریں گے پھر فقہاء کرام کے اقوال ذکر کریں گے

پھر کتب احناف سے عبارات ذکر کریں گے اور وارد اشکالات کے جوابات ذکر کریں گے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قریہ صغیریہ میں جمعہ (کی نماز) جائز نہیں بلکہ جمعہ کے قیام کے لئے قریہ کبیرہ یا شہر کا ہونا شرط ہے۔

قرآن مجید سے دلیل:

قرآن مجید میں ارشاد مبارک ہے:

(یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ)القرآن : (سورۃ الجمعۃ ایۃ 9)

ترجمہ:

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، تمہارے لیے یہی بات بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

(فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ):

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمان مبارک: "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" مطلق نہیں کیونکہ جنگلوں اور ہر دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ بڑے دیہاتوں میں جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ اس کے لئے تعداد متعین کی ہے یا اس کے لئے مخصوص دیہات مراد ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے مصر کی قید ذکر کی ہے مصر دیہاتوں سے خاص ہے۔ جب کسی آدمی نے شہر میں نماز

جمعہ ادا کی تو اس کا جمعہ صحیح ہو گا اور بالاتفاق آدمی کے زمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی، جب کسی نے جمعہ کی نماز دیہات میں پڑھی تو جمعہ کے صحیح ہونے، اس کے واجب ہونے اور ظہر کی نماز کے ساقط ہونے کے بارے میں شک واقع ہو گا۔ جمعہ شک کے ساتھ واجب نہیں ہو تا ظہر کی نماز جو یقین کے ساتھ واجب ہوئی تھی وہ شک کے ساتھ ساقط نہیں ہوئی ہو گی، واللہ اعلم

(اس لئے جمعہ کی نماز چھوٹے دیہات میں جائز نہیں)۔ تفسیر مظہری میں ہے:

"فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ"

ليس على إطلاقه إجماعا حيث لا يجوز في البراری ولا في كل قرية بل في بعضها فقدره شافعي وغيره وقرية مخصوصة كما ذكرنا، وقدر أبو حنيفة بالمصر

والمصر أخص فإذا صلى الجمعة فى المصر صح الجمعة وسقط الظهر فلا يجب الجمعة بالشک ولا يسقط الظهر الثابت فى الذمة يقينا بالشک واللہ اعلم۔

تفسير المظهري: (ج9ص:284، ط: دار احياء التراث العربى)

(وَذَرُوا الْبَيْعَ):

مفتی شفیع رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں: اذان جمعہ کے بعد سارے ہی مشاغل کا ممنوع کرنا مقصود تھا جن میں زراعت تجارت، مزدوری سبھی داخل ہے، مگر قرآن کریم نے صرف بیع کا ذکر فرمایا، اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے مخاطب شہروں اور قصبوں والے ہیں، چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں جمعہ نہیں ہو گا، اس لئے شہروں اور قصبوں میں

جو مشاغل عام لوگوں کو پیش آتے ہیں ان کی ممانعت فرمائی گئی وہ بیع وشراء کے ہوتے ہیں، بخلاف گاؤں والوں کے کہ ان کے مشاغل کاشت اور زمین سے متعلق ہوتے ہیں۔ معارف القرآن:(ج8ص441،ط:مکتبہ معارف القرآن)

حدیث سے دلیل:

مصنف ابن أبي شیبہ میں ہے:

حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن سعد بن عبيدة عن أبي عبد الرحمن السلمي عن علي قال: لا تشريق ولا جمعة إلا في مصر جامع. اسناده صحيح، مصنف ابن أبي شيبة :(كتاب الجمعة، رقم الحديث 5111، ج2:ص 492، ط:الفاروق الحديثة للطباعة والنشر)

ترجمہ:

ہمیں أبو معاویہ نے بیان کیا اعمش سے روایت کر کے، وہ أبو عبدالرحمٰن السلمی سے، وہ علی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ: تشریق، نماز جمعہ، صرف بڑے شہر ہی میں جائز ہے۔

صحیح البخاری میں ہے:

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، قالت: كان الناس ينتابون يوم الجمعة من منازلهم والعوالي، فيأتون في الغبار يصيبهم الغبار والعرق فيخرج منهم العرق، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم إنسان

منهم وهو عندي، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لو أنكم تطهرتم ليومكم هذا.

صحيح البخاری: (كتاب الجمعة ج2ص18، رقم الحديث: 912، ط: دار التاصيل)

ترجمہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے اور عوالی سے آتے تھے۔ وہ گردوغبار سے گزر کر آتے، وہ غبار اور پسینے سے لت پت ہوتے، پس ان سے پسینہ بہتا تھا۔ ان میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم اس دن (غسل کر کے) اپنے آپ کو پاک رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی اس روایت سے معلوم ہوا کہ تمام لوگ یعنی وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین جو مدینہ طیبہ سے باہر رہنے والے تھے، اپنے اپنے گاؤں سے اور اہل عوالی عوالی سے گرد و غبار میں چل کر باری باری سے مدینہ طیبہ مسجد نبوی ﷺ میں جمعہ پڑھنے آتے تھے۔

فقہاء مجتہدین کے اقوال:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر وہ دیہات جس میں چالیس عاقل، بالغ، آزاد اور مقیم ہوں وہ موسم سرما اور موسم گرما میں وہاں سے کوچ نہیں کرتے سفر کرتے بھی ہیں تو مجبوری کی وجہ سے اور وہ خطبہ کی ابتدا سے نماز جمعہ کے قیام تک وہاں حاضر

رہتے ہیں تو ان پر جمعہ واجب ہو جائے گا۔ امام احمد اور امام اسحاق رحمھما اللہ اسی قول کی طرف مائل ہوئے ہیں اور ان دونوں نے یہ شرطیں نہیں لگائیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: جب بستی ایسی ہو جس میں بازار اور مسجد ہو تعداد کا اعتبار کے بغیر ان پر نماز جمعہ فرض ہو گی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ شہر کی قریبی (چھوٹی) بستیوں اور دیہاتوں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہوتا ان میں نماز جمعہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

وقال أبو إسحاق الشيرازي في (كتاب التنبيه على مذهب الإمام الشافعي): كل قرية فيها أربعون رجلا

بالغين عقلاء أحرارا مقيمين، لا يظعنون عنها صيفا ولا شتاء إلا ظعن حاجة، وأن يكونوا حاضرين من أول الخطبة إلى أن تقام الجمعة وجبت عليهم الجمعة. ومال أحمد وإسحاق إلى هذا القول ولم يشترطا هذه الشروط. وقال مالك: إذا كانت قرية فيها سوق ومسجد فعليهم الجمعة من غير اعتبار عدد. وكتب عمر بن عبد العزيز: أي قرية اجتمع فيها ثلاثون بيتا فعليهم الجمعة وقال أبو حنيفة: لا تجب الجمعة على أهل السواد والقرى، لا يجوز لهم إقامتها فيها.

(قرطبی) الجامع لأحكام القرآن: (سورة الجمعة الآية 11 ج20 ص: 481،480، ط: مؤسسة الرسالة، بيرورت لبنان)

کتب احناف سے عبارات:

ردالمحتار میں ہے:

وعبارة القستاني: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. قال أبو القاسم: هذا بلا خلاف إذا أذن الوالي أو القاضي ببناء المسجد الجامع وأداء الجمعة، لان هذا مجتهد فيه، فإذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه، وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات، والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، ألا ترى أن في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم أداء الظهر،

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج ٣، ص ٦، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

البنایۃ شرح الہدایۃ میں ہے:

(ولا تجوز الجمعة في القرى) إنما قال: لا يجوز في القرى مع أنه مستعار من قوله: لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع نفيالمذهب الشافعي فإنه لا يشترط المصر بل يجوزها في كل موضع إقامة سكنه أربعون رجلا أحرارا لا يظعنون منه شتاء ولا صيفا، وبه قال أحمد. (البناية شرح الهداية ج 3 ص 43 دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

بدائع الصنائع میں ہے:

أما المصر الجامع: فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة أدائها عند أصحابنا، حتى لا تجب الجمعة إلا على أهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه. وكذا لا يصح أداء الجمعة إلا في المصر وتوابعه فلا تجب على أهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح أداء الجمعة فيها.

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة، ج2 ص188 دار الكتب العلمية)

مختصر القدوری میں ہے:

لا تصح الجمعة إلا بمصر جامع أو في مصلى المصر و لا يجوز في القرى. (مختصر القدوري: كتاب الصلاة ،باب الصلاة الجمعة، ص:39، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

شرح الوقایۃ میں ہے: و شرط لادائها المصر او فناؤها (شرح الوقاية: ج1ص:278 مير محمد كتب خانه)

کنز الدقائق میں ہے:

شرط أدئها المصر، وهو كل موضع له أمير و قاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود، (كنز الدقائق: باب الصلاة الجمعة، ج،1ص:147 مكتبة البشرى كراتشى)

المبسوط للسرخی میں ہے:

(قال) فأما الشرائط في غير المصلى لأداء الجمعة فستة المصر والوقت والخطبة والجماعة والسلطان والإذن العام أما المصر فهو شرط عندنا وقال الشافعي - رضي الله تعالى عنه -: ليس بشرط فكل قرية سكنها أربعون من الرجال لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا تقام بهم لما روي أن أول جمعة جمعت في الإسلام بعد المدينة جمعت بجواثى وهي قرية من قرى عبد القيس بالبحرين وكتب أبو هريرة إلى عمر - رحمه الله تعالى - يسأله عن الجمعة بجواثى فكتب إليه أن جمع بها وحيثما كنت.

(ولنا) قوله - عليه الصلاة والسلام - «لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع» وقال علي - رضي الله تعالى

عنه - لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع ولأن الصحابة حين فتحوا الأمصار والقرى ما اشتغلوا بنصب المنابر وبناء الجوامع إلا في الأمصار والمدن وذلك اتفاق منهم على أن المصر من شرائط الجمعة وجؤائي مصر بالبحرين وتسمية الراوي إياها بالقرية لا ينفي ما ذكرنا من التأويل قال الله تعالى {ولتنذر أم القرى ومن حولها} [الأنعام: ٩٢] ومعنى قول عمر - رضي الله تعالى عنه - وحيثما كنت أي مما هو مثل جؤاثي من الأمصار وظاهر المذهب في بيان حد المصر الجامع أن يكون فيه سلطان أو قاض لإقامة الحدود وتنفيذ الأحكام. وقد قال بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى أن يتمكن كل صانع أن يعيش بصنعته فيه ولا يحتاج فيه إلى التحول إلى صنعة أخرى وقال

ابن شجاع - رضي الله تعالى عنه - أحسن ما قيل فيه إن أهلها بحيث لو اجتمعوا في أكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر جامع تقام فيه الجمعة ثم في ظاهر الرواية لا تجب الجمعة إلا على من سكن المصر والأرياف المتصلة بالمصر. وعن أبي يوسف - رحمه الله تعالى - أن كل من سمع النداء من أهل القرى القريبة من المصر فعليه أن يشهدها وهو قول الشافعي - رضي الله تعالى عنه - لظاهر قوله تعالى {إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة} [الجمعة: ٩] الآية.

وقال مالك - رضي الله تعالى عنه -: من سكن من المصر على ثلاثة أميال أو دونها فعليه أن يشهدها وقال الأوزاعي - رضي الله تعالى عنه -: من كان يمكنه أن يشهدها ويرجع إلى أهله قبل الليل فعليه أن يشهدها

والصحيح ما قلنا إن كل موضع يسكنه من إذا خرج من المصر مسافرا فوصل إلى ذلك الموضع كان له أن يصلي صلاة السفر فليس عليه أن يشهدها لأن مسكنه ليس من المصر. ألا ترى أن المقيم في المصر لا يكون مقيما في هذا الموضع. (المبسوط للسرخی: ج،2ص:23۔24 دار المعرفة بيروت، لبنان)

المحیط البرھانی میں ہے:

النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة وما يتصل من المسائل بها

فنقول: للجمعة شرائط بعضها في نفس المصلي، وبعضها في غيره، أما الشرائط التي في غير المصلي فستة:

أحدها: المصر وهذا مذهبنا، وقال الشافعي رحمه الله: المصر ليس بشرط وكل قرية سكنها أربعون من الأحرار البالغين لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا تقام لها الجمعة.

حجته في ذلك: قوله تعالى: {يأيها الذين ءامنوا إذا نودى للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون} (الجمعة: ٩) من غير فصل وقوله عليه السلام: «الجمعة على من سمع النداء» من غير فصل، وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: «أول جمعة جمعت في الإسلام بعد الجمعة بالمدينة جمعة جمعت بجواثا» وجواثا قرية من قرى عامر بن القيس بالبحرين.

ولنا: حديث علي رضي الله عنه موقوفا عليه، ومرفوعا إلى رسول الله عليه السلام «لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع»، وروى سراقة بن مالك عن رسول الله عليه السلام أنه قال: «لا جمعة ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع»، ولأن إقامة الجمعة، وهي ركعتان مقام الظهر وهي أربع ركعات أمر عرف شرعا بخلاف القياس فيراعى فيه جميع الشرائط التي اعتبرها الشرع، والشرع اعتبر المصر، فإن النبي عليه السلام أقامها بمدينة، ولم ينقل أنه أقامها في حوالي مدينة، وفي تسميتها جمعة دليل على أن المصر شرط فإنما تسمى جمعة؛ لأنها جامعة للجماعات حتى وجب بنداء الجماعات يوم الجمعة. وفي قرية يسكنها أربعون رجلا لا يتصور جمع الجماعات، فإن جماعتهم واحدة، والآية لا حجة له فيها؛

لأن المكان مضمر فيه بالإجماع حتى لا يجوز إقامة الجمعة في البوادي بالإجماع، فنحن نضمر المصر وهو يضمر القرية، وأما حديث ابن عباس رضي الله عنهما، قلنا: جواثي بلدة كبيرة وتسميتها قرية لا ينافي كونها بلدة؛ لأن اسم القرية ينطلق على البلدة قال الله تعالى: {وكأين من قرية هى أشد قوة من قريتك التى أخرجتك أهلكنهم فلا نصر لهم} (محمد:١٣) والمراد مكة وهي بلدة.

وإذا ثبت أن المصر شرط لإقامة الجمعة نحتاج إلى بيان حد المصر الذي تقام فيه الجمعة، وقد تكلموا فيه على أقوال: روي عن أبي حنيفة رحمه الله: أن المصر الجامع ما يجتمع فيه مرافق أهلها دينا ودنيا، وعن أبي يوسف رحمه الله ثلاث روايات، في رواية قال: كل موضع فيه منبر

وقاضي ينفذ الأحكام ويقيم الحدود فهو مصر جامع، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله، وفي رواية أخرى عنه كل موضع أهلها بحيث لو اجتمعوا في أكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك فهو مصر جامع، وفي رواية أخرى قال: كل موضع يسكن فيه عشرة آلاف نفر، فهو مصر جامع.

ومن العلماء من قال: المصر الجامع ما يعيش فيه كل صانع لصنعته، ولا يحتاج إلى العود من صنعة إلى صنعة، وعن محمد رحمه الله أنه قال: كل موضع مصر للإمام فهو مصر حتى أن الإمام إذا بعث إلى قرية نائبا لإقامة الحدود فيهم وقاضيا يقضي بينهم صار ذلك الموضع مصرا، وإذا عزله ودعاه إلى نفسه عادت قرية كما كانت، وقال بعض العلماء: كل مصر بلغت مساحته

مصرا جمع فيه رسول الله عليه السلام، فهو مصر جامع .ومن العلماء من قال: كل موضع كان لأهله من القوة والشوكة، مالو توجه إليهم عدو دفعوه عن نفسهم، فهو مصر جامع. وقال سفيان الثوري رحمه الله: المصر الجامع مايعده الناس مصرا عند ذكر الأمصار المطلقة كبخارى أو سمرقند، فعلى هذا القول لا يجوز إقامة الجمعة بكرمينة وكثانية

قال شمس الأئمة السرخسي رحمه الله: وظاهر المذهب أن المصر الجامع أن يكون فيه جماعات الناس، وجامع وأسواق للتجارات وسلطان أو قاضي يقيم الحدود، وينفذ الأحكام، ويكون فيه مفتي إذا لم يكن الوالي أو السلطان مفتيا، ثم في كل موضع وقع الشك في كونه مصر أو أقام أهل ذلك الموضع الجمعة بشرائطها،

فينبغي لأهل ذلك الموضع أن يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات وينوون بها الظهر احتياطا، حتى أنه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر بيقين. المحيط البرهاني في الفقه النعماني:(الصلاة، ج2، ص:36سے 66دار الكتب العلمية)

فقہ حنفی کی مذکورہ کتب کی عبارتوں کا خلاصہ:

یہ ہیکہ قریہ صغیرہ یعنی چھوٹے گاوں میں جمعہ جائز نہیں بلکہ جمعہ کے قیام کیلئے مصر یعنی شہر یا بڑی بستی ہونا شرط ہے اور شہر کی شرعی تعریف پر اقوال ذکر کئے ہیں. یہ بھی بیان کیا ہے کہ جہاں شہر ہونے میں شک ہو تو وہاں احتیاطا جمعہ کے بعد ظہر پڑھے تا کہ یقین کے ساتھ ذمے سے فرض ادا، ہو جائے اور اگر کچھ لوگوں

نے قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز پڑھ لی تو ان کے ذمے سے فرض ساقط نہیں ہو گا ان پر ظہر کی نماز ادا کرنا لازم ہو گا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے طرف سے وارد اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور قریہ صغیرہ میں وقوع جمعہ کے دلائل پر مدلل رد کیا ہے یہاں امام شافعیؒ کے دلائل خلاصۃً ذکر کئے جارہے ہیں اس کے بعد احنافؒ کے دلائل اور امام شافعیؒ کی دلیل پر مدلل رد بھی بیان ہو گا: جہاں تک مصر کا تعلق ہے تو یہ ہمارے (احنافؒ کے) لیے (جمعہ کی قیام کیلئے) شرط ہے، اور شافعی رحمہ اللہ نے کہا -: کہ یہ (یعنی شہر جمعہ کی قیام کیلئے) شرط نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر گاؤں میں جہاں چالیس آدمی آباد ہیں جو سردیوں یا گرمیوں میں اسے نہیں چھوڑتے، تو ایسے گاوں میں جمعہ جائز ہے اس پر ان کے پاس دلیل یہ روایت ہے کہ مدینہ کے بعد اسلام میں سب سے پہلے جمعہ کی نماز جواثی میں ہوئی تھی جو کہ بحرین کے عبدالقیس کے گاؤں میں سے ایک ہے اور دوسری

دلیل یہ ہیکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا، جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا، تو جواب میں (امیر المؤمنین خلیفہ دوم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا کہ نماز جمعہ قائم کرو جہاں بھی تم ہو.

احناف ؒ کی دلیل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے- "کہ مصر (شہر) کے علاوہ جمعہ، تشریق، عید الفطر اور عید الاضحی نہیں ہوتی ہے۔" یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام نے علاقے فتح کیے تو شہروں کے علاوہ نا کہیں منبر بنایا اور نا ہی کہیں جمعہ قائم کیا اسلئے کہ ان (صحابہ کرام) کا اتفاق تھا کہ جمعہ صرف مصر میں ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کے دلائل کے جوابات:

جواثی بحرین کا شہر تھا اور راوی کا اس کا نام قریہ ذکر کرنے

سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی جو ہم نے تأویل ذکر کی

ہے۔ کیونکہ مکہ شہر ہے اور اس کو بھی قرآن مجید میں قری کے نام

سے ذکر ہوا ہے "وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا"

ترجمہ: تاکہ توڈرائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں

کو۔ اسی طرح یہ ایت بھی ذکر ہے:

(وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ

اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ). جومکہ مکرمہ کو قریہ

کہاہے حلانکہ مکہ مکرمہ شہر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس

قول کا مطلب یہ ہیکہ جواثی شہر کی طرح شہر جہاں بھی ہو وہاں جمعہ

قائم کرو۔

احناف رحمهم اللہ کے دلائل:

آب ہم احناف رحمهم اللہ کے دلائل ذکر کرتے ہیں صحیح احادیث سے اور ان پر اعتراضات کا مدلل جوابات ذکر کرینگے شہر اور بڑی بستی کی تعریف بھی ذکر کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں :

عن علي رضي الله عنه: لا جمعة و لا تشريق و لا صلاة فطر و لا أضحى إلا في مصر جامع . اخرجه ابو عبيد بإسناد صحيح إليه معناه لا صلاة جمعة و لا صلاة عيد. كذا فى "فتح البارى" (37:2) إعلاء السنن: (ج8ص:3، ط :ادارة القران والعلوم السلامية گارڈن كراتشى)

حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نماز جمعہ، تشریق، نماز عید، نماز اضحی صرف بڑی آبادی یا بڑے شہر میں جائز ہے ابو عبید نے اسے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے. حضرت علی رضی اللہ عنہ

کا جمعہ کو شہر کے ساتھ خاص کرنا یہ ایسی بات ہے جو عقل اور قیاس

سے باہر ہے کوئی بھی بات جو عقل اور قیاس سے باہر ہو، بلا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہی اپنے آپ فرمادیں، ایسا ہو نہیں

سکتا اور دیہات میں جمعہ کا درست ہونا نہ ہونا یہ قیاس میں آنے

والی بات نہیں، اسی وجہ سے ان کا فرمانا بھی بعینہٖ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا فرمانا ہوگا؛

فإقدام علی علی نفی الجمعة فی بعض الأماکن

وتخصیصها بالمصر الجماع لا یکون إلا عن سماع (اعلاء

السنن:ج8ص:6، ط:ادارۃ القران والعلوم السلامیة

گارڈن کراتشی)

اسی طرح یہ روایت سراقۃ بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

المحيط البرهاني في الفقه النعماني میں ہے:

وروى سراقة بن مالك عن رسول الله عليه السلام أنه قال: «لا جمعة ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع»

المحيط البرهاني:

كتاب الصلاة، ج2، ص:437 إدارة القران المجلس العلمى)

وذكر الإمام خواهر زاده فى مبسوطه أن ابا يوسف ذكره في الإملاء مسنداً مرفوعاً الى النبى ﷺ وأبو يوسف إمام الحديث حجة اه. كذا فى البناية قوله عليه الصلاة والسلام (98:1). اى فيكون رفعه حجة لانه زيادة من

ثقة فتقبل. إعلاء السنن: ج 8 ص: 6 ادارة القران والعلوم السلامية گارڈن کراتشی)

امام ابویوسف کا مرفوع حدیث بیان کرنا حجت ہے؛ اسلئے کہ وہ ثقہ امام ہیں اور ثقہ امام کی طرف سے مرفوع حدیث روایت کرنا قابل قبول ہے۔

عن عائشة زوج النبي ﷺ، قالت: كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالي فياتون في الغبار والحديث أخرجه البخاري۔، قال الحافظ فى الفتح (321:2): وفى رواية: يتنابون)). (إعلاء السنن رقم الحديث: 2016 ج 8 ص: 17 ادارة القران والعلوم السلامية گارڈن کراتشی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس روایت سے معلوم ہوا کہ تمام لوگ یعنی وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو مدینہ طیبہ سے باہر رہنے والے تھے، اپنے اپنے گاؤں سے اور اہل عوالی عوالی سے گردوغبار میں چل کر باری باری سے مدینہ طیبہ مسجد نبویؐ میں جمعہ پڑھنے آتے تھے۔ عوالی کی حد مدینہ پاک سے آٹھ میل تک ہے؛ اس لیے مدینہ طیبہ سے وہاں تک میں نہ جانے کتنے دیہات اور گاؤں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ کسی گاؤں میں گاؤں والے جمعہ پڑھتے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ناہی یہ فرمایا کہ سب مدینہ آکر جمعہ ادا کریں بلکہ بعض صحابہ کرام اپنے شوق سے خود آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور بقیہ صحابہ کرام جو دیہاتوں میں رہنے والے تھے وہیں ظہر ادا

فرما لیتے، اس سے معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا ورنہ بقیہ صحابہ کرام نہ آنے والے ظہر کیوں پڑھتے .

مصنف ابن أبي شيبة میں ہے:

عن ابی عبدالرحمن قال: قال علی لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع۔ اسناده صحیح.

مصنف ابن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، رقم الحديث 5103، ج 2: ص 490، ط: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر)

المصنف عبد الرزاق میں ہے:

عن معمر، عن أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي قال: لا جمعة، و لا تشريق إلا في مصر جامع. رقم الحديث: 5231

عن الثوري قال: أخبرنا جابر، عن سعد بن عبيدة، عن أبي عبد الرحمن السلمي، عن علي، مثل ذلك، وزاد: و لا اعتكاف إلا في مسجد جامع رقم الحديث: 5232

عن الثوري، عن زبيد، عن سعد بن عبيدة، عن أبي عبد الرحمن السلمي، عن علي قال: «لا جمعة و لا تشريق إلا في مصر جامع» و كان يعد الأمصار: البصرة، و الكوفة، و المدينة، و البحرين، و مصر، و الشام، و الجزيرة، و ربما قال: اليمن و اليمامة"، رقم الحديث: 5233

المصنف عبدالرزاق:(كتاب الجمعة باب القرى الصغار، 3ص 115، ط:دار التاصيل)

ان روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: کہ نماز جمعہ، اور تشریق، صرف بڑی آبادی یابڑے شہر میں جائز ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور تشریق صرف مصر میں ہی جائز ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ شہر شمار کرتے تھے: بصرہ، کوفہ، مدینہ، بحرین، مصر، شام اور جزیرہ، کو اور شاید اس نے کہا: کہ یمن اور یمامہ یعنی مذکور جگہوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ شہر شمار کرتے تھے۔

اور اسی طرح یہ بھی المصنف عبد الرزاق میں ہے:

عن معمر، عن سعيد بن عبد الرحمن الجحشي، عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم أنه أمر أهل قبا، و أهل

ذي الحليفة، وأهل القرى الصغار حوله، أن لا يجمعوا، وأن يشهدوا الجمعة بالمدينة. المصنف عبدالرزاق (رقم الحديث:5236 كتاب الجمعة باب القرى الصغار ج 3 ،ص116، ط:دار التاصيل)

ترجمہ:

ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اہل قبا، اہل ذوالحلیفہ اور ارد گرد کے چھوٹے دیہات کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ قائم نہ کریں وہ لوگ مدینہ میں جمعہ کے لئے ایا کریں.

المصنف عبد الرزاق میں ہے :

عن بن جريج قال قلت لعطاء ما القرية الجامعة قال ذات الجماعة والأمير والقصاص والدور المجتمعة غير المفترقة الآخذ بعضها ببعض كهيئة جدة قال

والقصاص قال فجدة جامعة والطائف قال وإذا كنت في قرية جامعة فنودي للصلاة من يوم الجمعة فحق عليك أن تشهدها إن سمعت الأذان أو لم تسمع

المصنف عبدالرزاق (رقم الحديث: 5235 كتاب الجمعة باب القرى الصغار ج3، ص116، ط :دارالتاصيل)

امداد الأحکام میں ہے: اصل یہ ہے کہ گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں اور شہر وقصبات میں صحیح ہے، قصبہ کی تعریف ہمارے عرف میں یہ ہے کہ آبادی چار ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ ہو اور ایسا بازار موجود ہو جس میں دکانیں چالیس، پچاس متصل ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور بازار میں ضروریات روزمرہ کی ملتی ہوں مثلاً جوتے کی دکان، کپڑے کی، عطار کی، بزاز کی بھی، غلہ کی بھی، اور

دودھ کی بھی اور وہاں ڈاکٹر یا حکیم بھی ہو، معمار و مستری بھی
ہوں، وغیرہ وغیرہ اور وہاں ڈاک خانہ بھی ہو اور پولیس کا تھانہ یا
چوکی بھی ہو اور اس میں مختلف محلے مختلف ناموں سے موسوم
ہوں۔ پس جس بستی میں یہ شرائط موجود ہونگی وہاں جمعہ صحیح
ہو گا ورنہ صحیح نہ ہو گا،

قال فی ردالمحتار عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها
سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی
انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه غیره یرجع
الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح...الخ
امدادالأحکام: (کتاب الصلوة، ج1ص 756)

مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ جمعے کے قیام کے لئے شہر یا بڑی بستی ہونا شرط ہے چھوٹے گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے ۔واضح رہے کہ کوئی جگہ محض سڑک، اسکول، بجلی اور موبائل فون ہونے کی وجہ سے شہر یا قصبہ کبیرہ نہیں کہلا سکتی، بلکہ قصبہ یا بڑا گاؤں وہ ہے جس کی آبادی مثلاً تین چار ہزار کی ہو یا اپنے آس پاس کے علاقہ میں وہ بڑا گاؤں یا قصبہ کہلاتا ہو اور آس پاس دیہات والے اپنی ضروریات وہاں سے پوری کرتے ہوں اور اس میں ایسی دکانیں ہوں جن میں روزمرہ کی ضروریات بالعموم میسر آجاتی ہوں کوئی حاکم یا پنچائت وغیرہ بھی ایسی ہو جو ان کے معاملات میں فیصلہ کرتی ہو نیز کوئی ایسا عالمِ دین بھی رہتا ہو جو روزمرہ کے ضروری مسائل ان لوگوں کو بتا سکے اور جمعہ میں خطبہ پڑھ سکے اور نماز جمعہ پڑھا سکے پس ایسے گاؤں میں نماز جمعہ درست و فرض ہے، شہر کے آس پاس کی ایسی آبادی جو شہر کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے شہر سے ملی ہوئی ہوں مثلاً

قبرستان، چھاؤنی، کچہریاں اور اسٹیشن وغیرہ یہ سب فنائے مصر کہلاتی ہیں اور شہر کے حکم میں ہیں ان میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہے

حقیقت میں شہر کی تعریف میں کوئی اختلاف نہیں

یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی جگہ کے شہر اور قصبہ ہونے کا مدار لوگوں کے عرف پر ہے اس وجہ سے فقہاء کرام کے شہر کی تعریف ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن حقیقت میں شہر کی تعریف میں کوئی اختلاف نہیں ؛ صرف عرف کی وجہ سے فرق پایا جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ: کسی جگہ کے شہر اور قصبہ ہونے کا مدار لوگوں کے عرف پر ہے جسے لوگ شہر کہیں وہ شہر ہے اور جسے لوگ بڑا دیہات سمجھیں وہ بڑا دیہات اور قصبہ ہے ایسی جگہ جمعہ کی نماز جائز ہے جسے لوگ چھوٹا گاؤں سمجھیں اس میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند میں ہے: بلکہ عرفا جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ

قریہ صغیرہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند: (ج5ص:35، ط: مکتبہ امداد العلوم)

واضح رہے کہ: شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہے، خواہ وہ مساجد ایک دوسرے سے قریب ہوں، البتہ جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے.

البحر الرائق میں ہے:

وذكر الإمام السرخسي أن الصحيح من مذهب أبي حنيفة جواز إقامتها في مصر واحد في مسجدين وأكثر، وبه نأخذ لاطلاق لا جمعة إلا في مصر شرط المصر فقط. البحر الرائق شرح كنز الدقائق: (باب صلاة الجمعة، ج2، ص:250، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

احناف پر تکبیرات تشریق کے حوالے سے وارد اشکال کا جواب:

اشکال یہ ہے: کہ حدیث میں تو "لا تشریق۔۔۔۔" بھی ہے
یعنی گاؤں دیہات میں تکبیرات تشریق بھی نہیں ہیں۔
تو احناف رحمھم اللہ حدیث کے ایک حصے پر عمل کرتے ہیں
دوسرے پر نہیں؟؟!!
جواب: احناف رحمھم اللہ حدیث کے ہر پہلو پر عمل کرتے ہیں
بلکہ دیگر احادیث پر بھی اگر عمل کرنا ممکن ہوا تو شرعی تأویل
کرکے احادیث پر بیک وقت عمل کی بھی کوشش کرتے ہیں۔
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گاؤں میں تکبیرات تشریق
نہیں ہے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے
مگر صاحبین رحمھما اللہ کے قول پر عمل کرنے میں کوئی شرعی
خرابی لازم نہیں آتی۔

دیہات میں اگرچہ تکبیرات تشریق واجب نہیں لیکن ذکر اللہ کرنا بہر حال بہتر عمل ہے باعث اجر ہو گا۔

اس کے برعکس اگر جمعے کی نماز کی اجازت دی جائے تو اس میں معاملہ دوسرا ہے

اس لیے کہ جمعہ کی نماز دیہات والوں کیلیے نفل شمار ہو گی اور نفل کی ادائیگی سے فرض ذمے سے ساقط نہیں ہو گا

دیہات والوں کو جمعہ قائم کرنے کے باوجود ظہر پڑھنا لازم ہو گا جو کہ باعث حرج ہے۔

نیز ترک ظہر کی صورت میں گناہ لازم آئے گا اور نفل جماعت تداعی کے ساتھ پڑھنا بھی درست نہیں۔

اسی بنا پر علماء کرام نے قیام جمعہ سے منع فرمایا اسلیے کہ اس سے مندرجہ بالا خرابیاں لازم آتی ہیں جبکہ تکبیرات تشریق کی صورت میں یہ خرابیاں لازم نہیں آتی۔ **ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:**

والظاھر أنہ أرید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ، ألا ترى أن في الجواھر لو صلوا في القرى لزمھم أداء الظھر، (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج ۳، ص ٦، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

مزید استفادہ کے لئے فتاوی عثمانی سے تکبیرات تشریق کی تحقیق کی حوالے سے مکمل سوال وجواب نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

فتاویٰ عثمانی میں ہے:

تکبیرات تشریق کے بارے میں امام اعظم اور صاحبینؒ میں اختلاف کی تحقیق

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ سوال تکبیرات تشریق کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں مفتیٰ بہ قول امام صاحب کا ہے یا صاحبین کا؟ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

جواب: دراصل تکبیر تشریق کے سلسلہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کے درمیان دو مسئلوں میں اختلاف ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تکبیر تشریق کب تک جاری رہے گی؟ اس میں امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ یوم عرفہ کی فجر سے یوم النحر کی عصر تک جاری رہے گی، اور صاحبینؒ ایام تشریق کے آخری دن (یعنی ۱۳ ذی الحجہ) کی عصر تک واجب کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں تو فقہاء حنفیہ کی بھاری اکثریت نے صاحبینؒ ہی کے قول پر فتویٰ دیا ہے (۱)، اور شاید علامہ ابن ھمامؒ (۲) اور صاحب بدائع (۳) کے سوا معروف فقہاء حنفیہ میں سے کسی نے بھی اس مسئلے میں امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا، اور خود مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ میں جمہور فقہاء حنفیہ کے مطابق اسی کے قائل ہیں کہ اس مسئلے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے (۴)، اور چونکہ امت کا متوارث عمل بھی اسی پر چلا آتا ہے اور

ائمہ ثلاثہ بھی اسی کے قائل ہیں اس لئے اس مسئلے میں عمل صاحبینؒ ہی کے قول پر کرنا چاہئے۔

البتہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ تکبیر تشریق کن لوگوں پر واجب ہوتی ہے؟ اس میں صاحبین کا قول یہ ہے کہ تکبیر ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے، لہٰذا منفرد، مرد، عورت، مسافر اور گاؤں والوں سب پر تکبیر واجب ہے، لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صرف مقیم اہل شہر پر جماعت مستحبہ میں واجب ہے، لہٰذا منفرد، مرد عورت پر، عورتوں کی جماعت پر، مسافروں پر (جبکہ ان کے ساتھ کوئی مقیم نہ ہو) اور گاؤں والوں پر تکبیر واجب نہیں ہے۔ اس مسئلے میں فقہاء حنفیہ کی ترجیحات مختلف ہیں، بعض فقہاء مثلاً صاحب بحر، صاحب سراج وہاج اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلے میں بھی صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے (البحر الرائق ص ۱۱۶ ج ۲) اور بعض نے اس مسئلے میں امام صاحبؒ کے قول کو اختیار کیا ہے، اور بعض فقہاء کی عبارتیں

دونوں کو محتمل ہیں۔ اس معاملے میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے (۵)، کیونکہ وہ روایۃً ودرایۃً اقویٰ ہے، بہشتی گوہر میں بھی اس کو اختیار کیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اگر مسافر اور عورت بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مولانا عثمانیؒ کے دلائل قوی ہیں بالخصوص حضرت علیؓ کی حدیث لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلاۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع (۶) سے اس کی تائید ہوتی ہے، لیکن چونکہ دوسری جانب بھی دلائل ہیں اور بعض فقہاء نے اس کو ترجیح دی ہے اس لئے اگر کوئی اس پر عمل کرے تو اس پر بھی نکیر درست نہیں بالخصوص جبکہ بہشتی گوہر نے عدم وجوب کی تقدیر پر بھی اسے بہتر کہا ہے۔

احقر محمد | واللہ اعلم
تقی عثمانی عفی عنہ
۳۰-۱۱-
۱۴۰۶

....

(۱) وفی الدر المختار قبیل باب الکسوف ج ۲/ص ۱۸۰ ....الی عصر الیوم الخامس آخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد، وفی الشامیۃ (قولہ وعلیہ الاعتماد) ھذا بناء علی انہ اذا اختلف الامام وصاحباہ فالعبرۃ لقوۃ الدلیل وھو الاصح ....وبہ اندفع ما فی الفتح من ترجیح قولہ ھنا ورد فتوی المشائخ بقولھما بحر۔

(۲) دیکھئے فتح القدیر ج ۲/ص ۴۸ تا ۴۹

(۳) دیکھئے بدائع الصنائع ج ۱/ص ۱۹۵ و ۱۹۶ (طبع ایچ ایم سعید)۔

(۴) دیکھئے اعلاء السنن ص ۱۲۴ و ۱۲۵ ج ۸ ادارۃ القرآن کراچی۔ (محمد زبیر حق نواز

(۵) راجع اعلاء السنن ابواب العیدین باب تکبیرات التشریق وانھا لا تجب الا علی اھل المصر ج ۸/ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹ (طبع ادارۃ القرآن کراچی)۔

اعلاء السنن ج٨/ص١٢٧ (محمد زبیر حق نواز)(٦) (طبع ادارۃ القرآن کراچی)۔(فتویٰ نمبر 37/1722ھ) فتاویٰ عثمانی: (جلد اول، کتاب الصلوۃ، ص 549، ط: مکتبۃ معارف کراچی)

احناف ؒ کے دلائل پر وارد اشکالات کے جواب:

فریق مخالف کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز ہر جگہ فرض ہے: فتاوٰی علمائے حدیث میں ہے: الجواب: واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لئے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے... اگے لکھتے ہیں: بس جمعہ کے لئے اتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جن سے جماعت ہو جاوے اور جماعت کے لئے کم از کم دو شخص ہونا چاہیئے... الخ فتاوٰی

علمائے حدیث :(باب الجمعۃ، ج 3، ص 63 ناشر مکتبہ سعدیہ

خانیوال (ملتان))

اور فریق مخالف کا طرز استدلال اس ایت مبارکہ سے یہ ہیکہ :

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ) ہر مکلف کو عام ہے اور ہر

مکان مصر وغیر مصر کو شامل ہے، پس اس آیت قرآنیہ کے عموم

سے مصر وغیر مصر، ہر جگہ و ہر مقام میں اقامت جمعہ کا جائز و

درست ہونا صاف و روشن ہے۔

فریق مخالف کا یہ طرز استدلال اجماع امت کے خلاف ہے اور

قرآن کی اس ایت کے بھی خلاف ہے اور حدیث کے بھی خلاف

ہے: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پس استدلال مجیب کا عموم آیت سے فرضیت جمعہ اہل قریٰ پر درست نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ فرضیت جمعہ پہلے محقق ہو چکی تھی، اب جس پر اور جگہ جمعہ فرض تھا، اور جہاں ادا ہوتا تھا، وہ سب معلوم اور مقرر ہو چکی تھی، اور قبل نزول آیت سب قواعد ممہد ہو لئے تھے، پس اس آیت کے اندر جو مومن مخاطب ہیں، یہ وہی مومنین ہیں کہ جن پر فرضیت جمعہ مقرر ہو چکی تھی، پس اس کے عموم سے کسی کے استثناء کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ وہ سرے سے داخل ہی نہیں تھے۔

علیٰ ھذا القیاس! جو احادیث کہ ان میں عام لفظوں سے وجوب جمعہ بیان کیا گیا ہے، اُن سب سے وہ لوگ مذکورہ بالا سب کے سب مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ آیت شریف:

(اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ) میں اگرچہ لفظ موصول عام ہے، مگر مراد اس سے وہی معدودے چند کافر ہیں کہ جو سابقہ روز ازل میں کافر مقدر ہو چکے تھے، جیسے ابو جہل۔ ابو لہب وغیرھما، نہ کل کفار، کیونکہ بعد نزول آیت کے لاکھوں کافر مسلمان ہوئے، اگر اس آیت سے عموم جنسی مراد ہوتا تو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا،

علیٰ ھذا جملہ احادیث واردہ باب جمعہ و آیت جمعہ میں لفظ موصول میں اہل قریٰ وغیرہ داخل ہی نہیں ہیں کہ تخصیص کی ضرورت

پڑے، مگر چونکہ مجیب صاحب نے غور اور فکر کو کام نہیں فرمایا، جو چاہا لکھ دیا.

اوثق العری فی تحقیق الجمة فی القری:(ص:32،ط: شیخ الھند اکیڈمی دار العلوم دیوبند.)

اور قران مجید کی اس ایت مبارکہ سے گاؤں میں جمعہ کا ناجائز ہونا ثابت ہے: اس آیت میں جمعہ کے لیے سعی کا حکم دیا گیا جس کے معنیٰ ہیں دوڑنا اور لپک کر چلنا۔ سعی کی نوبت وہیں آسکتی ہے جہاں لمبی مسافت طے کرنی ہو اور گاؤں میں ایسا نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا گیا وذروا البیع "یعنی خرید و فروخت چھوڑ دو اور اسی ایت مبارکہ ہی سے یہ بات معلوم ہوا کہ جمعہ کا حکم ایسی جگہ کے لیے ہے جہاں کوئی بڑا بازار اور منڈی وغیرہ ہو اور لوگ وہاں خرید و فروخت کے معاملہ میں بہت زیادہ مشغول و منہمک ہوں

گاؤں میں ایسی مشغولیت کے بازار کہاں؟

جمعے کے قیام کیلیے شہر کی شرط پر ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے۔ جنگل اور صحرا میں کوئی بھی قیام جمعہ کا قائل نہیں برخلاف غیر مقلدین کے کہ وہ یہاں بھی جمعے کے قیام کے قائل ہیں۔ ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ جمعے کی نماز جنگل وصحرا میں جائز نہیں۔

أحکام القرآن میں ہے:

واتفق فقهاء الأمصار على أن الجمعة مخصوصة بموضع لا يجوز فعلها في غيره، لأنهم مجمعون على أن الجمعة لا تجوز في البوادي، ومناهل الأعراب۔ أحكام القرآن: (ومن سورة الجمعة: ج5، ص: 337، ط: دار إحياء التراث العربي–بيروت)

فریق مخالف کا اس حدیث سے الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ استدلال کرنا درست نہیں:

کیونکہ روای نے خود قریہ کی وضاحت شہر سے کی ہے سنن الکبری للبیھقی میں ہے:

عن أم عبدالله الدوسية قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الجمعة واجبة على كل قرية وإن لم يكن فيها إلا أربعة يعنى بالقرى المدائن.

سنن الكبرى للبيهقى: (كتاب الجمعة، ج3ص: 255، ط: دار الكتب العلمية، بيروت ،لبنان)

اس حدیث کا ترجمہ: اس طرح کرنا کہ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما ہی دیا ہے کہ جمعہ ہر دیہات میں واجب ہے" دھوکہ ہے،

اس لیے کہ قریہ کی شرح خود روایت میں بھی شہر سے کی گئی ہے
اس لئے مزید تفصیل کی ضروت نہیں .

جنگلات اور بیابان میں جمعہ جائز نہیں:

حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کی
میدان میں جمعہ کی دن ظہر کی نماز پڑھی۔

السنن الکبری للبیھقی میں ہے:

عن طارق بن شهاب قال: جاء رجل من اليهود إلى
عمر رضي الله عنه فقال: يا أمير المؤمنين آية في كتابكم
تقرءونها، لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذلك
اليوم عيدا، قال: وأي آية؟ قال: {اليوم أكملت لكم
دينكم، وأتممت عليكم نعمتي، ورضيت لكم الإسلام
دينا} [المائدة:٣]. فقال عمر رضي الله عنه: إني لأعلم

اليوم الذي نزلت فيه والمكان الذي نزلت فيه نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات في يوم جمعة. رواه البخاري في الصحيح عن الحسن بن الصباح، ورواه مسلم عن عبد بن حميد كلاهما عن جعفر بن عون، وقد روينا عن جابر بن عبد الله ما دل على أن النبي صلى الله عليه وسلم صلاها يومئذ ظهرا لا جمعة. السنن الكبرى للبيهقى: (كتاب الجمعة: باب الإمام يمر بموضع لا تقام فيه الجمعة مسافرا،

ج3، ص: 257، ط: دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

چھوٹے دیہات میں جمعہ جائز نہیں:

جمعے کی نماز مکہ میں فرض تھی، لیکن کفار کے غلبے کی وجہ سے وہاں جمعہ قائم نا ہو سکا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں جمعہ

قائم کرنے کا حکم دیا تھا۔ مدینہ میں جمعہ قائم کیا جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ سے پہلے چودہ دن قباء میں قیام کے باوجود وہاں جمعہ قائم نہیں کیا (اور نہ وہاں رہنے والوں کو حکم کیا) یہ اس بات کی دلیل ہے جس کے طرف ہم گئے ہیں کہ دیہات میں جمعہ درست نہیں ہے۔

اِعلاء السنن میں ہے:

تتمة أولى: احتج بعض أكابرنا للمسألة بأن فرض الجمعة كان بمكة، ولكن النبي صلى الله عليه وسلم لم يتمكن من إقامته هناك؛ وأقامها بالمدينة حين هاجر إليها، ولم يقمها بقباء مع إقامته بها أربعة عشر يوماً، وهذا دليل لما ذهبنا إليه من عدم صحة الجمعة بالقرى. أما أن فرض الجمعة كان بمكة، فبدليل ما أخرجه الدارقطني من طريق المغيرة بن عبد الرحمن عن مالك

عن الزهري عن عبيد الله عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أذن النبي صلى الله عليه وسلم الجمعة قبل أن يهاجر ولم يستطع أن يجمع بمكة، فكتب إلى مصعب بن عمير: أما بعد! فانظر اليوم الذي تجهر فيه اليهود بالزبور، فأجمعوا نساء كم وأبناء كم فإذا مال النهار عن شطره عن الزوال من يوم الجمعة فتقربوا إلى الله بركعتين قال: فهو أول من جمع حتى قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة فجمع عند الزوال من الظهر وأظهر ذلک، ذكره الحافظ في "التلخيص الحبير" ١:١٣٣، وسكت عنه". إعلاء السنن: (عدم جواز الجمعة فی القری، ج8، ص:33، ط: ادارة القران والعلوم السلامية گارڈن کراتشی)

مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ دونوں شہر تھے :

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ہمارے گھر مسجد سے دور تھے۔ ایک اور روایت میں فرماتے ہے کہ ہمارے گھر سلع مقام پر تھے۔ حافظ نے کہا کہ سلع مقام اور مسجد کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ بہت سے محلوں کا نام ہے جن میں سے کچھ محلے تقریباً ایک ایک میل کے فاصلے پر تھے اور سلع مقام مدینہ میں داخل تھا لھذا ایسے جگہ پر عرفا قریہ کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اگرچہ لغوی اعتبار سے اطلاق ہوا ہے جیسے قرآن میں مکہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق ہوا ہے ابو داؤد نے اپنے مراسل میں بکیر بن اشج کی روایت سے نقل کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں نو مسجدیں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے ساتھ۔ مدینہ طیبہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلال رضی اللہ عنہ کے آذان سنتے تھے اور وہ اپنی اپنی

مساجد میں نماز پڑھتے ہیں، ان میں سب سے قریب بنی نجار قبیلے میں سے بنی عمرو بن مبذول کی مسجد ہے۔، مسجد بنی سعادہ، مسجد بنی عبید، مسجد بنی سلمہ، عبد الاشہل قبیلے میں سے مسجد بنی ربیح، مسجد بنی زریق، مسجد بنی غفار، اور مسجد اسلم، مسجد جہینہ، اور نویں (مسجد) مسجد نبوی تھی

اور ابو داؤد نے اپنی "سنن" میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، اور وہ ااس حدیث بارے میں خاموش تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مسجد بنانے، انھیں صاف رکھنے اور خوشبو سے بسانے کا حکم دیا ہے۔" اس حدیث کے بارے میں "نیل" میں کہا: اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دور سے مراد محلہ ہے کیونکہ وہ اسے محلہ کہتے تھے جہاں ہر قبیلے والوں کے گھر جمع ہوں۔

یہ مدینہ کے محلے تھے جس میں نو مساجد تھیں۔

ابن حزم کہتے ہیں: کیا وہ مسجدیں بنی مالک بن النجار کے محلے میں تھیں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے؟ ہرگز کبھی بھی ایسا نہیں کہتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں: یہ مسجدیں مدینہ سے باہر تھیں؟ لیکن حدیث کا لفظ اسے رد کر رہا ہے، اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ سب مساجد مدینہ میں اپنے محلوں میں تھیں، اس سے متصل دیہاتوں کے بغیر۔۔۔

ورنہ راوی مسجد قبا کا بھی ذکر کرتا اس میں۔ سمجھیں۔ اس جگہ کی مثال جس میں نو مختلف مساجد ہوں وہ گاؤں نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ بڑا شہر ہوتا ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دیہاتوں میں جمعہ کی نماز کا نفی کیا، اور فرمایا: ((مصر کے علاوہ کسی جگہ جمعہ نہیں ہوتا))۔ اور ابن حزم نے اپنی سند سے اس کی تصحیح کی ہے، اور وہ مدینہ کے لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، اور ان کے نزدیک مدینہ بڑا شہر تھا، نہ کہ کوئی گاؤں،

کیونکہ اس نے وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھا نبی کریم ﷺ کے بعد بھی نیز، اگر امام کسی جگہ قیام فرمادیں تو بھی وہ جگہ شہر بن جاتا ہے (یعنی اگر وہ ولایت کے نقطہ نظر سے داخل ہوتا ہے، نہ کہ صرف سفر کے نقطہ نظر سے)۔ اور مدینہ اسلام کا گنبد ہے۔ اسلام، خلافت کی قیام گاہ اور دیہاتوں کو کھا رہی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ کس طرح شہر جامع نہیں ہوسکتے ؟ اور آپ ﷺ وہاں حدود قائم کرتے تھے، سپاہیوں اور لشکرں کو تیار کرتے تھے، لڑائیوں سے متعلق صلح کرواتے تھے، اور اپ کے پاس مضبوط دفاعی قوت تھی، اور مدینہ طیبہ (اسلام کا) ایک مضبوط قلعہ تھا۔

(لہذا معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ شہر تھانہ کے گاؤں)

اعلاء السنن میں ہے: قال الحافظ فی "الفتح": ودفی روایة مسلم من طریق أبی الزبیر سمعت جابر بن عبدالله

يقول: "كانت ديارنا بعيدة من المسجد". ولابن مردويه من طريق أخرى عن أبى نضرة عنه قال: "كانت منازلنا بسلع". قال الحافظ: وبين سلع والمسجد قدر ميل اه (٢:١١٧). وفيه مايشعر بأن المدينة اسم لمحلات كثيرة عديدة كان بعضها على قدر ميل من المسجد، وأن ماكان منها بسلع داخل فى المدينة، ولا يقال لمثلها قرية عرفا، وإن جاز لغة كما أطلق القرآن اسم القرية على مكة والطائف. وروى أبو داود فى مراسيله عن بكير ابن الأشج: أنه كان بالمدينة تسعة مساجد مع رسول ﷺ تسمع أهلها تأذين بلال على عهد رسول الله ﷺ فيصلون فى مساجدهم أقربها مسجد بنى عمرو بن مبذول من بنى النجار، ومسجد بنى ساعدة، ومسجد بنى عبيد، ومسجد بنى سلمة، ومسجد بنى رابح من عبد الأشهل، ومسجد بنى زريق، ومسجد بنى غفار، ومسجد أسلم، ومسجد جهينة، و(مسجد) نبيک فى التاسعة اه (ص:٤).

وروى أبو داود فى "سننه": عن عائشة وسكت عنه، قالت: "أمر رسول ﷺ ببناء المساجد فى الدور، وأن تنظف، وتطيب". قال فى "النيل": ورجاله ثقات. وفيه أيضا المراد بالدور المحلات، فانهم كانوا يسمون المحلة التى اجتمعت فيها قبيلة "دارا" اه (40:2).

فهذه دور المدينة التى كانت بها مساجد تسعة. فهل يقول ابن حزم: إن تلك المساجد كانت فى دارى بنى مالك بن النجار التى فيها مسجد النبى ﷺ؟ كلا، لن يقول بذلك أبدا. أو يقول: كانت المساجد خارج المدينة؟ ولكن لفظ الحديث يرده، ففيه مايدل على أنها كلها كانت بالمدينة فى دورها، دون القرى المتصلة بها، وإلا لذكر الراوى مسجد قباء أيضا فافهم. فإن مثل الموضع الذى فية مساجد تسعة لقائل مختلفة لا تكون قرية بل

مصرا جامعا، وأيضا فعلى بن أبى طالب نفى الجمعة عن القرى، وقال: ((لا جمعة إلا فى مصر جامع)). وصححه ابن حزم عنه، وهو أعلم الناس بأمر المدينة ،وكانت عنده مصرا جامعا، لا قرية فإنه صلى بها الجمعة مع النبى ﷺ، وبعده. وأيضا فإن الإمام أى موضع حل جمع، (أى إذا دخل من حيث الولاية لا من حيث السفر فقط. بحواله اعلاء السنن) والمدينة قبة الإسلام، وقائمة الخلافة وأكالة القرى، فكيف لا تكون مصرا جامعا بحلول النبى ﷺ بها؟ وهو يقيم بها الحدود، ويجهز العساكر والسرايا، ويحارب ويسالم وله منعة وقوة، وحصن حصين. إعلاء السنن: (عدم جواز الجمعة فى القرى، ج8، ص:13، 14، ط: ادارة القران والعلوم السلامية گارڈن كراتشى)

فریق مخالف کا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال کرنا اور اس کا جواب:

عن عبد الله بن عمر، عن نافع قال: كان ابن عمر "يرى أهل المياه بين مكة و المدينة يجمعون فلا يعيب عليهم. المصنف عبدالرزاق (رقم الحديث: 5241، كتاب الجمعة باب القرى الصغار ج 3، ص 117، ط :دار التاصيل)

فریق مخالف اس اثر سے استدلال کرتے ہیں: کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کے آس پاس رہنے والوں کو دیکھتے کہ وہ جمعہ پڑھتے ہیں اور وہ انہیں (جمعہ پڑھنے پر) کچھ نہیں کہتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہیکہ وہاں ان پر امیر مقرر تھا جہاں امیر ہو یعنی گورنر ہو تو وہ جگہ بھی شہر کے حکم میں شمار ہوتی

ہے لہذا اس سے **غیر المقلدین** کا استدلال درست نہیں کیونکہ اس اثر میں احتمال آ گیا۔ إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور اس احتمال کی وجہ سے اب یہ **حضرت علی** کرم اللہ وجہہ کی روایت کا معارض بھی نہیں رہا السنن الکبری للبیہقی میں ہے:

مولی لأل سعید بن عاص انه سأل عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه عن القری التی بین مکة و المدینة ماتری فی الجمعة قال: نعم إذا کان علیهم أمیر فلیجمع ۔السنن الکبری للبیهقی: (کتاب الجمعة، باب العدد الذین إذا کانوا فی قریة وجبت، ج3، ص: 254، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

فریق مخالف کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اثر سے استدلال کرنا اور اس کا جواب:

عن رافع عن ابی هريرة انهم كتبوا إلى عمر بن الخطاب رضي الله عنهما يسألونه عن الجمعة فكتب: جمعوا حيثما كنتم. مصنف ابن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، رقم الحديث 5113، ج 2: ص 492، ط: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا، جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا، تو جواب میں (امیر المؤمنین خلیفہ دوم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا کہ نماز جمعہ قائم کرو جہاں بھی تم ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول (جمعوا حیثما کنتم) کا مطلب یہ ہیکہ جو اثی شہر کی طرح شہر جہاں بھی ہو وہاں

جمعہ قائم کرو: کیونکہ صحرا اور جنگل بیابان میں کسی کے نزدیک جمعہ جائز نہیں ہے

عمدۃ القاري شرح صحیح البخاري میں ہے:

(قلت)الجواب عن الاول معناه جمعوا حيث ما كنتم من الامصار ألا ترى انها لا تجوز فى البرارى۔عمدة القاري شرح صحيح البخاري:(ج6،ص:188،ط:دار الفكر)

اِعلاء السنن میں ہے:

فإن المخاطب بقوله هذا أبو هريرة وأمثاله من الحكام، (كان أبو هريرة واليا بالبحرين مكان العلاء بن الحضرمى على عهد عمر رضى الله عنه، كما فى "معجم البلدان" لابن مردوية وغيره كذا فى

"آثار السنن"83:2بحوالہ اعلاء السنن)فلهم أن
يجمعوا حيثما كانوا أى من القرى والأمصار وإن
سلمناه أن المخاطب به جميع أهل البحرين، فنقول:
لايجوز إجراءه على العموم، لعدم جواز إقامتها فى
البرارى، والصحارى اتفاقا. إعلاء السنن:(عدم جواز
الجمعة فى القرى، ج8، ص:14، ط:ادارة القران
والعلوم السلامية گارڈن كراتشى)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کا أمیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اور نمازوں کی بارے سوال نہیں کیا صرف جمعہ کے بارے میں سوال کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ : جمعہ ہر جگہ جائز نہیں ہے ورنہ سوال کرنے کی ضروت نہیں تھی

کیونکہ اَمیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال کو خط لکھ کر نماز کی تأکید کی تھی اور حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ خود بہت بڑے عالم، مفتی اور قاضی تھے.

اِعلاء السنن میں ہے:

إن أهم أمر كم عندى الصلاة فمن حفظها و حافظ عليها حفظ دينه و من ضيعها فهو لما سو اها أضيع "إلخ، ....و فيه اشعار بأن إقامة الجمعة فى كل مو ضع لم تكن جائزة عند أبى هريرة و إلا لم يحتج إلى السؤال عنه، و هو عالم كبير تو لى الإفتاء و القضاء.بل كان ذلک مقيدا عنده بشر و ط خاصة، فسأل عمر عنها، فأجابه بأن جمعوا حيثما كنتم. إعلاء السنن:(عدم جو از الجمعة

فی القری، ج8، ص:17، ط:ادارۃ القران والعلوم السلامیۃ گارڈن کراتشی)

اصولی بات تو یہ ہے کہ فریق مخالف (غیر مقلدین) کا صحابی کے اثر کو حجت بنانا درست نہیں اسلیے کہ ان کے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے ہی نہیں۔۔۔ بیس رکعات تراویح کے مسئلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اجماع ہے مگر اس کے باوجود غیر مقلدین یہاں خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر نا عمل کرتے ہیں اور نا اسے حجت سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے اقوال کی حجیت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث موجود ہے:

"فمن ادرك ذلك منكم فعليه بسنتي و سنة الخلفاء

الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ" ,قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح "سنن ترمذى:(ابواب العلم عن رسول الله ﷺ باب: ما جاء في الأَخْذ بالسُّنَّة وَاجْتِنَاب الْبدع ج3ص:545،ط:دار التاصيل)

ترجمہ : (چنانچہ تم میں سے جو شخص ان حالات کو پالے تو اسے چاہیئے کہ وہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم اور جمارہے اور میری اس نصیحت کو اپنے دانتوں کے ذریعے مضبوطی سے دبالے") اس کے باوجود غیر مقلدین کے نزدیک خلفاء راشیدین کا عمل حجت نہیں حالانکہ بالا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال کرتے ہیں جب صحابی کا قول انکے نزدیک حجت نہیں ہے تو پھر اپنی ذاتی غرض کیلئے جمعے کے

مسئلے میں صحابی کے اثر سے استدلال کیسے کر سکتے ہیں!!!؟ ان کا یہ استدلال کرنا کیسے درست اور مسلّم ہو سکتا ہے؟؟ اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بالا قول سے استدلال کیسے حجت ہو سکتے ہے!!!؟ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) حضرات کو چاہئے اپنے اصولی مؤقف کے مطابق قرآن مجید کی صریح آیت بطور دلیل پیش کریں جس میں چھوٹے گاؤں، دیہات میں وقوع جمعہ کا بیان ہو اور صحیح حدیث پیش کریں جس میں واضح بیان ہو گاؤں میں وقوع جمعہ کا۔۔۔۔۔۔۔ ان کے تمام ادلہ کا مکمل رد آپ کی خدمت میں واضح انداز سے پیش کر دیا گیا۔۔۔ الحمدللہ اکابرین امت اور سلف صالحین نے ہر ہر مسئلے میں مکمل محققانہ دلائل پیش کیے ہیں اور ان پر وارد تمام اعتراضات کے مدلل و منقح جوابات دیکر اس مسئلے کو واضح کر کے امت کو پیش کیا ہے چاہے وہ قریۃ صغیرہ میں جمعے کے قیام کا مسئلہ ہو یا کوئی بھی شرعی

مسئلہ۔۔۔راقم نے اس رسالہ میں قریہ صغیرہ میں جمعے کے وقوع وعدم وقوع کے مسئلے کو فریقین کے دلائل اور درست جانب کو مکمل وضاحت سے پیش کرنے کی سعی کی ہے۔۔اللہ رب العزت ہم سب کو اس سے استفادہ کر کے درست مسئلے کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وماعلینا إلا البلاغ المبین